عبداللہ بن المقفع اور اسکی شاہکار کتاب

کلیلہ و دمنہ

ڈاکٹر شاہد اسلم قاسمی
شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مختصر سوانح حیات:

ابن المقفع ۱۰۶ھ میں بصرہ میں پیدا ہوا روزبہ نام تھا ابو عمر کنیت تھی جو بعد میں ابو محمد سے موسوم ہوئی والد کا نام دازویہ تھا جو حجاج بن یوسف کے زمانے میں فارس اور عراق کے محصلہ مالیات کے عہدے پر فائز تھا تاریخ کی کتابوں میں منقول ہے کہ اس عہدے پر فائز ہوتے ہوئے عوام کا خون چوسنے کی حتی المقدور کوشش کی اسی طرح کی ایک شنیع حرکت پر حجاج نے اس کی سرزنش کی اور اتنا مارا کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا اسی وقت سے اس کا نام المقفع پڑ گیا[۱] روزبہ ابن المقفع مجوسی خاندان کا پروردہ تھا زرادشتی مذہب کا علمبردار تھا چنانچہ عہد طفولیت و شباب کے ایام اس نے مجوسیوں کے درمیان ہی گذارے۔

ابن المقفع نے بصرہ میں عیسی بن علی العباسی کی ملازمت اختیار کی وہ اس وقت تک مجوسی خاندان کا ایک فرد اور زرادشتی مذہب کا مؤید تھا ایک دن وہ کسی واقعہ سے متاثر ہوا اور عیسی بن علی کے سامنے تبدیلی مذہب کی بات کرتے ہوئے اس نے اسلام لانے کی بات کی چنانچہ ایک عام دعوت کا اہتمام کیا گیا جس میں ابن المقفع نے اسلام لانے کا اعلان کر دیا اس طرح قبول اسلام کا شرف حاصل کرنے کے بعد وہ روزبہ سے عبداللہ ہو جاتا ہے[۲]

---

[۱] احمد آتش کا مقالہ "ابن المقفع" اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱ ص ۷۰۳ طبع اول ۱۹۶۴ء لاہور

[۲] ابن المقفع حنا الفاخوری ص ۱۲ دار المعارف بیروت ۔

وہ ایک خوش اخلاق، سخی، نرم مزاج اور سلیم الفطرت انسان تھا اس کے علاوہ اس کے اندر ایثار و قربانی اور صدق و وفا شعاری کا ایسا جذبہ موجود تھا جو لائق تعریف اور قابل تقلید ہے اس نے اپنے ایک معاصر ادیب عبدالحمید کاتب کے ساتھ وفادارانہ دوستی کو نبھا کر جرأت مندانہ اقدام کا ثبوت دیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد کے قتل پر عبدالحمید بھی ایک مکان میں چھپ گیا تاکہ نشانۂ ستم بننے سے محفوظ رہے بہرحال عبدالحمید کی تلاشی شروع ہو گئی اور کھوج کرنے والے اس گھر کے قریب پہونچ گئے جہاں وہ چھپا تھا ابن المقفع بھی وہاں موجود تھا لوگوں نے پوچھا تم دونوں میں عبدالحمید کون ہے دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے آپکو عبدالحمید بتایا عبداللہ بن المقفع کو اس کا خدشہ تھا کہ قطعی طور پر عبدالحمید کو جان لیا گیا تو وہ ظالموں اور جابروں کا ہدف بن جائے گا۔[1]

اس کی جود و سخا بھی بہت ہی معروف ہے اس کی سخاوت و فیاضی سے متعلق یہ واقعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

سعید بن سلیم کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ کوفہ کا قصد کیا ابن المقفع نے میری آمد پر خوش آمدید کہا اور دریافت کیا کہ یہاں آنے کا خاص محرک کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن المقفع کی خاطر تواضع اور وسعت ظرفی سے قوت ارادی کو تقویت ملی اور میں نے اظہار کیا کہ ایک فرض نے یہاں آنے کو مجبور کیا ہے پھر ابن المقفع نے اس سے معلوم کیا کہ کیا تمہیں کسی سے توقع ہے کہ وہ تمہارے کام آئے تو میں نے کہا کہ ابن شبرمہ نامی ایک شخص نے مجھے بلایا ہے کہ میں اس کے بچوں کو تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کروں ابن المقفع نے تاسف بھرے انداز میں کہا کہ تمہاری عمر اس کام کے لئے اجازت نہیں دیتی ہے پھر دوسرے دن کی بات ہے کہ میں پڑھانے میں مشغول تھا ابن المقفع آیا اور ہمارے سامنے درہم و دینار اور کنگن سے بھرا ایک رومال رکھدیا۔[2]

مذکورہ بالا واقعہ اس کی بشر دوستی اور انسانیت نوازی پر شاہد ہے ایثار و قربانی ہمدردی

---

[1] عبداللطیف حمزہ ابن المقفع ص:۵۹۔

[2] احمد امین. ضحی الاسلام ج ۱ ص: ۲۰۶۔

دنیا کی کوئی وصف اضطراری نہیں تھا بلکہ اس کی طبیعت کا خاصہ تھا اس کا ثبوت اس واقعہ سے بھی ملتا ہے کہ اس نے ہم عصر دوست عبدالحمید کی جان بخشی کے لئے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا گوارہ کر لیا تھا۔ ڈاکٹر عبداللطیف عزہ نے اس کی شخصیت کے اس پہلو کو ان الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔

"رجل یجود بحیاته فی سبیل صدیقه وقد آوی الیه ویعرض نفسه للخطر یرید أن یعرفعه عنه" [۱]

ترجمہ: وہ ایک ایسا شخص تھا جو اپنے دوست کی خاطر جان نچھاور کر دیتا تھا وہ اسے پناہ دیتا تھا اور اس سے خطرات کو ٹالنے کی غرض سے اپنے آپ کو خطرات میں ڈال دیا کرتا تھا۔

وہ بڑا ہی فراخدل تھا مالدار ہونے کی بنا پر وہ اپنی ذات پر بھی خوب خرچ کرتا تھا لیکن جس طرح وہ اپنی ذات کے معاملے میں سخی تھا اسی طرح وہ احباب و اقارب اور غرباء و مساکین کی ذات پر خرچ کرنا وجہ سعادت اور باعث شرف سمجھتا تھا ڈاکٹر شوقی ضیف کہتے ہیں۔

"کان حارجا من سلطان بطنه فلا یشتھی مالا یجد ولا یکنز اذا وجد" [۲]

وہ پیٹ کا غلام نہیں تھا اس لئے وہ ناقابل یافت چیزوں کی خواہش نہیں کرتا تھا۔ اور جو چیز حاصل ہو جاتی ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا تھا۔

ڈاکٹر احمد امین نے ابن المقفع سے متعلق امام حافظ کا تبصرہ نقل کیا ہے۔ کان جوادا فارسیا جمیلا [۳] (وہ بڑا ہی سخی اور اچھے قسم کا شہسوار تھا) چونکہ اس کی مادری زبان فارسی تھی اس لئے وہ اس زبان کے پیچ و خم سے پوری طرح واقف تھا فارسی کے علاوہ عربی زبان پر وہ عبور رکھتا تھا۔

ابن المقفع اور زندقہ۔ دلائل کی روشنی میں:

قبول اسلام کے بعد اس کی زندگی میں کوئی نکھار نہیں آیا اسلامی تعلیمات کے نتیجے میں اسکے

۱۔ عبداللطیف حمزہ۔ ابن المقفع ص:

۲۔ شوقی ضیف۔ تاریخ الادب العربی ص ۵۲۵ ج ۳۔

۳۔ احمد امین۔ ضحی الاسلام ج ۱ ص ۲۰۶۔

شب و روز میں کوئی قابل ذکر تبدیلی رونما نہیں ہوئی اس کے دور کے سیاسی حالات، حلقہ اسلام میں شمولیت سے پہلے کی زندگی، اس کے بعد کی زندگی ان تمام مراحل کے نشیب و فراز پر غور کرنے کے بعد قطعیت کے ساتھ یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ وہ شیدائے اسلام ہو گیا تھا اگرچہ وہ مجمع عام میں اپنے اسلام کا اعلان کر چکا تھا اور دینار وزبہ کے بجائے عبداللہ ابن المقفع کے نام سے واقف ہو چکی تھی لیکن یہ بھی سچ ہے کہ آباء و اجداد کے دین کی عظمت بھی اس کے دل میں باقی تھی اس نے احوص کے کہے ہوئے اس شعر کو بھی ایک آتش کدہ سے گزرتے ہوئے پڑھا تھا۔

یابیت عاتکة الذی اتغزل　　حذر العدی وبه الفؤاد موکل

انی لامنحک الصدود وداننی　　قسما الیک مع الصدود لاَمیلُ[۱]

"اے دیار عاتکہ جس سے میں دشمنوں کے ڈر سے علیحدگی اختیار کر رہا ہوں حالانکہ دل اسی سے اٹکا ہوا ہے میں تم سے اعراض کر رہا ہوں اور میں بخدا اعراض کے باوجود تمہاری ہی طرف جھکا ہوا ہوں۔"

یہ اور اسی طرح کی کچھ ایسی شہادتیں ہیں جن کی روشنی میں مذہب کے بارے میں اس کا خلوص مشکوک و مشتبہ نظر آتا ہے حنا الفاخوری نے ابن المقفع کی شخصیت کا ایک متوازن جائزہ پیش کیا ہے مذہب اسلام سے رشتہ استوار کرنے سے متعلق بحث کرتے ہوئے یہ عبارتیں ہدیہ ناظرین کرتی ہیں۔

"اتصل ابن المقفع رجال الدولة ا... یدة واعتنق الدین الجدید الا انه لم یخلص لتلک الدولة ولا لذلک الدین ولم یمل الیهما مجاراة وسیاسة"[۲]

"ابن المقفع کا تعلق نئی حکومت کے افراد سے ہوا اور وہ نئے دین کے حلقہ بگوش ہوا لیکن یہ سچ ہے کہ وہ اس حکومت کے لئے مخلص تھا اور نہ ہی اس دین کے لئے وہ ان کی طرف نہ ہی فکر و خیال میں موافقت کرنے کی بنا پر راغب ہوا تھا اور نہ ہی سیاسی اغراض و مقاصد کے بنا پر"

اگر وہ اخلاق فاضلہ کا مبلغ اور اوصاف حمیدہ کا قائل ہے تو اس کا محرک دین و مذہب نہیں بلکہ اس کی عقل و فہم ہے اسی طرح اگر مذموم اوصاف سے اجتناب و احتراز کی روش اختیار کرتا ہے

۱۔ احمد حسن زیات: تاریخ الادب العربی (مترجم)، ص: ۱۹۷

۲۔ حنا الفاخوری۔ ابن المقفع ص: ۱۲

اور نازیبا حرکات وعادات سے کنارہ کش رہتا ہے تو اس لئے کہ عقل وفکر اسے مذموم اور نازیبا گردانتی ہے "کلیلة ودمنه" میں اگر باب برزویہ کو ابن المقفع کا اضافہ کردہ باب سمجھا جائے جیسا کہ متعدد ناقدین کا خیال ہے تو اس کا یہ قول مذکورہ بالا تاثر کو تقویت دیتا ہے اور اس کے صحیح ہونے کا ثبوت بھی فراہم کرتا ہے۔

" فلما خفت من التردد والتحول رأيت الا اتعرض لما اتخوف منه المكروه وان اقتصر على عمل تشهد النفس انه يوافق كل الاديان فكففت يدي عن القتل والضرب وطردت نفسي عن المكروه والغضب والسرقة والخيانة والكذب والبهتان والغيبة"[1]

ترجمہ: "جب مجھے انحراف وروگردانی کا اندیشہ ہوا تو یہ مناسب سمجھا کہ اس چیز کے حصول کے درپے نہ ہوں جس میں شر یا برائی کا خدشہ ہو اور میں کسی ایسے کام پر اکتفا کر لوں جس کے بارے میں نفس گواہی دیتا ہے کہ وہ تمام ادیان کے موافق ہو چنانچہ میں جنگ اور مار دھاڑ سے باز آیا اور اپنے نفس کو ضرر رساں کام، اشتعال انگیزی، چوری، جھوٹ، بہتان اور غیبت سے پاک رکھا"

اس کے قبول اسلام کے اعلان واظہار کے اہتمام میں عیسی بن علی العباسی نے عام دعوت طعام کیا جس میں مجوسیوں کی عادت کے مطابق کھانے سے پہلے زمزمہ سنجی کی اس حرکت پر عیسی بن علی نے برجستہ ٹوکا " اتزمزم وانك على عزم الاسلام " تو اس نے جواب دیا تھا "كرهت ان ابيت على غير دين"

مندرجہ بالا واقعات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ عقیدہ و مذہب کے بارے میں متشکک زدہ تھا اسے کسی بھی مذہب کے سلسلے میں کامل ایمان ویقین کی نعمت میسر نہ تھی ورنہ کیا معنی کہ ایک طرف تو وہ کہتا ہے کہ اس کے بقول اسلام اس کے دل کی گہرائیوں میں گھر کر گیا ہے۔ لیکن دوسری طرف قبولیت اسلام سے متعلق اس پروقار تقریب میں خلاف شان حرکت پر آمادہ ہوتا ہے اور اس کی تاویل یہ کرتا ہے کہ کوئی لحظہ بھی دین سے تمسک اختیار کئے بغیر گذارنا اسے گوارہ نہیں یہ اس کا عمل ہے جو شک وریب کے دلدل میں پھنسی ہوئی ذہنیت کو بے نقاب کر دیتا ہے۔

---

[1] باب برزویہ۔ کتاب کلیلہ ودمنہ ص ۶۱۔

خیر و شر اور جائز و ناجائز کے سلسلے میں عقل و فرد کو معیار قرار دینا مجوسیوں کے آتش کدہ سے گذرتے ہوئے احوص کے اشعار کا پڑھنا مجلس خورد و نوش کے اندر زمزمہ سنجی کی رسم ادا کرنا یہ سارے ایسے شواہد ہیں جو اس کے زندقہ کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ خلیفہ مہدی جنھوں نے زنادقہ کی ایک جماعت سے محاربہ کرکے زندقہ کی اصلیت کو پرکھ لیا تھا۔ وہ کہا کرتے تھے۔

"ما وجدت کتاب زندقۃ الا واصلہ ابن المقفع"

استاذ عبرائیلی نے اس کے زندقہ سے متعلق ایک بہت بڑا مقالہ سپرد قلم کیا ہے اور آخر میں ادعانہ انداز میں تأثر پیش کیا ہے کہ اگرچہ ابن المقفع زندقہ کے جرم میں مارا نہیں گیا تاہم اس کی موت حالت زندقہ میں ہوئی بعض دوسرے مؤلفین مثلاً السید المرتضیٰ، صاحب الامالی، عبدالقادر بغدادی، البیرونی اور باقلدنی نے بھی اسے زندیق ٹھہرایا ہے۔

ناقدین کا ایک دوسرا طبقہ ہے جو زندیق قرار دینے میں پس و پیش کرتا ہے صاحب اردو دائرہ معارف کے نزدیک ابن المقفع کا "المعارضۃ للقرآن" کے عنوان سے ایک کتاب لکھنا اور اس کے رد میں "الرد علی الزندیق اللعین ابن المقفع" کے عنوان سے ایک کتاب لکھا جانا چند وجوہات کی بناء پر صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

ابن المقفع نے وسعت معلومات اور فکری برتری کے سبب اپنی تصنیفات اور ترجموں میں بعض ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے جنکی بناپر بعض ایسے شخص جو اس کی بلند خیالی کو سمجھنے سے قاصر رہے اس کے دین و عقیدہ کی طرف سے بدظن ہو گئے۔

قبول اسلام کے بعد اس سے کوئی ایسی مہلک حرکت سرزد نہیں ہو سکتی تھی جس کے اثرات و نتائج سے باخبر نہ ہوتا اس صورت میں وہ کیسے جرأت کرسکتا تھا کہ وہ "المعارضۃ للقرآن" لکھ کر عوام و خواص کا نشانہ ستم بنے۔

اگر اس کے جانی دشمن سفیان بن معاویہ والی بصرہ کے پاس اس کے زندقہ کے ثبوت میں کوئی واضح دلیل موجود ہوتی تو وہ سزائے موت دلانے میں ذرہ برابر تامل نہ کرتا۔

ان امکانات و توجیہات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن المقفع نے قرآن مجید کے مقابلے میں کوئی کتاب نہیں لکھی ہے جدید دور کے مشہور ناقد احمد امین نے قاسم ابراہیم کی طرف منسوب کی جانے والی کتاب اور خود ابن المقفع کی طرف منسوب ہونے والی کتاب "المعارضۃ للقرآن" کو واضح دلائل سے ثابت کیا ہے معارضۂ قرآن پر زندقہ کے سلسلے میں لکھی جانے والی کتاب" الرد علی الزندیق اللعین" کے بارے میں وہ کہتے ہیں۔

پہلی بات یہ کہ "الفہرست" کے مؤلف ابن الندیم نے زیدی امام قاسم بن ابراہیم کی کتابوں کو شمار کیا ہے لیکن اس مجموعۂ کتب میں اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ [1]

صحیح موقف:

ابن المقفع کے زندقہ سے متعلق دو مختلف طبقوں کی دلیلیں پیش کی گئی ہیں زندقہ کے قائلین نے اگرچہ عقل و خرد کو کسوٹی دین کے معاملے میں شک و ریب اور دعوت خورد ونوش میں زمزمہ سنجی کو دلائل و شواہد کے طور پر پیش کیا ہے اور ان کی روشنی میں زندیق کی بات کہی ہے لیکن دوسرے طبقہ کی دلیلیں بھی اپنا وزن رکھتی ہیں ایک طرف ابن المقفع بد دین گمراہ اور زندیق معلوم ہوتا ہے تو دوسری طرف دیندار عاقبت شناس اور خادم دین نظر آتا ہے طبقہ اول کی دلیل اس لحاظ سے ضرور وزن دار ہے کہ بہر حال دین و عقیدہ کے معاملہ میں پس و پیش کا شکار رہتا تھا، لیکن زندقہ سے متعلق قطعیت کا حکم لگانا کسی مضبوط اور مستحکم بنیاد پر قائم نہیں، بہر حال شکوک و شبہات میں گرفتار ذہنیت غیر اسلامی حرکتوں کا صدور اور عقل و فکر کو صحیح معیار تسلیم کرنے کے باوجود اس کے زندقہ سے متعلق یک طرفہ ایسے شواہد نہیں ملتے جنکی روشنی میں یک طرفہ فیصلہ صادر کیا جاسکے ہاں "المعارضۃ للقرآن" ہی چونکہ اس باب میں اہم عنصر ہے اس لئے صاحب دائرہ معارف کے اس تبصرے پر ہی اکتفا کیا جاسکتا ہے۔

---

[1] ابن الندیم۔ الفہرست ص:۱۹۳۔

"ابن المقفع نے قرآن مجید کے معارضے میں کوئی کتاب نہیں لکھی ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی شخص نے جو ابن المقفع کی شہرت اور وقعت سے واقف تھا معارضہ قرآن میں ایک کتاب لکھ کر اسے منسوب کر دی ہو تاکہ لوگ محض اس نام کے باعث اس پر توجہ دیں" [۱]

سبب قتل!

والی بصرہ عیسیٰ بن علی العباسی کے کاتب خاص ہونے کا شرف ابن المقفع کو حاصل تھا ملازمت کے دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو اس کی موت کا پیغام ثابت ہوا ۱۳۶ھ میں عیسیٰ بن علی کے بھائی اور خلیفہ منصور کے چچا عبداللہ بن علی نے خلیفہ منصور کی بساط خلافت الٹ دینا چاہی چنانچہ اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا لیکن اسے ہزیمت و پسپائی کا سامنا کرنا پڑا چنانچہ وہ چھپ چھپا کر اپنے بھائی عیسیٰ بن علی کے پاس سفارش کے لئے پہونچا عیسیٰ بن علی اپنے دوسرے بھائی سلیمان بن علی کے ہمراہ منصور کے پاس سفارش کے لئے گئے سفارش قبول کی گئی اور امان کا وعدہ کیا گیا اس موقع پر والی بصرہ نے ابن المقفع کو اس سلسلے کا عہد و پیمان لکھنے کا حکم دیا اس نے مبالغہ آرائی کی حد تک کچھ ایسے جملے لکھے جو منصور کے شایان شان نہ تھے جس کی بنا پر اس کی آتش غضب بھڑک اٹھی اور "اما احد یکفینیہ" کی چیخ لگائی سفیان بن معاویہ بن یزید بن المہلب جو ابن المقفع کا جانی دشمن تھا وہاں موجود تھا اس نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور پھر اس جستجو میں رہنے لگا کہ وہ اپنی دیرینہ عداوت کا انتقام لے۔ اسی دوران عیسیٰ بن علی نے ابن المقفع کو ایک پیغام دے کر سفیان بن معاویہ کے پاس بھیجا بالآخر وہ ابراہیم بن جبلہ کے ساتھ گیا چونکہ اس کے خلاف منظم سازش کی جا چکی تھی اس لئے منصوبہ بندی کے تحت اس کے اعضاء و جوارح کاٹ دیئے گئے اور انہیں دہکتے ہوئے تنور کی نذر کر دیا گیا۔ اس طرح عالم ادب عربی کا یہ نامور انشاء پرداز نشانۂ مظلومیت بن کر ۱۴۲ھ میں رب حقیقی سے جا ملا۔

---

[۱] احمد آتش کا مقالہ "ابن المقفع" اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱ ص ۷۰۹ ۱۹۶۴ء۔

ابن المقفع بحیثیت ادیب

چند امتیازات: کسی بھی شاعر یا ادیب کی عظمت کے یہاں دوسرے محرکات و عوامل ہوتے ہیں وہاں ذاتی خصوصیات کا تذکرہ بھی ایک خاص محرک کی حیثیت رکھتا ہے عبداللہ بن المقفع کی شخصیت کے جائزے کا حق اس وقت تک نہیں ادا ہوسکتا جب تک اس کی ذاتی یا شخصی خصوصیات پیش نظر نہ ہوں ذیل میں اس کی یہ چند خصوصیات بیان کی جاتی ہیں۔

فطری ذہانت:

اس کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ ذہانت اس کے رگ و پے میں سرایت تھی عہد طفولیت ہی میں وہ حذق و مہارت کے اس مقام تک پہونچ گیا تھا جہاں لوگ اپنے دورِ ضعیفی کے ایام تک پہنچنے سے قاصر ہوتے ہیں اسے اس بات پر یقین تھا کہ ذکاوت و فطانت ایک ایسا سرمایۂ زیست ہے جو دلوں کو تروتازہ رکھتا ہے۔ محمد بن سلام کہتے ہیں کہ میں نے اپنے مشائخ سے یہ تبصرہ سنا ہے کہ عرب میں صحابہ کرام کے بعد خلیل کے مثل کوئی ذہین نہیں پیدا ہوا اور عجم میں ابن المقفع کا کوئی ثانی نہیں ہوا جعفر بن یحییٰ کے اس خیال میں بھی صداقت ہے کہ عبدالحمید اور سہل بن ہارون شاخوں کے مثل ہیں ابن المقفع پھل کے مثل ہے اور احمد بن یوسف پھول کے مثل، تاریخ الادب العربی کے مؤلف عمر فروخ نے اس کی بے مثل ذکاوت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"کان ابن المقفع شدید الذکاء علمه اکبر من عقله"۔[1]

ترجمہ: ابن المقفع بلا کا ذہین تھا اس کا علم اس کے عقل سے بڑھ کر تھا۔

دقت نظری: کسی بلند پایہ ادیب کی خصوصیات میں دقت نظری بھی ایک اہم خصوصیت

1۔ عمر فروخ، تاریخ الادب العربی ص ۵۲۔

ہے کیونکہ تحریر کو مؤثر اور دلنشیں بنانے میں مشاہدہ و معائنہ اور تحقیق و تفتیش کا ایک اہم مقام ہے ابن المقفع مسائل و معاملات سے استغراق کی حد تک اپنے آپ کو مربوط کر لیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی تحریروں میں حذق و مہارت اور تحقیق و تفتیش کی عظمت ناطق نظر آتی ہے عمر فروخ نے اپنی تاریخ میں ابن المقفع کی مرعوب کن شخصیت کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

" دقیق الملاحظہ بارعا فی معالجۃ الموضوعات المادّیۃ والحسیۃ والعقلیۃ المجردۃ مع سعۃ فی المعرفۃ واتزان فی الاحکام واصابۃ فی الرأی " [1]

ترجمہ : وہ دقت نظری کا مالک نیز مادی، حسی اور خالص عقلی موضوعات کو برتنے میں کامل تھا اس کے ساتھ ہی ساتھ علم و معرفت میں وسعت احکام میں موزونیت اور رائے میں درستگی جیسے صفات کا حامل تھا۔

تزئین امور :

کسی بھی ادیب یا انشاء پرداز کا کمال اس وقت سامنے آتا ہے جب اس کی تخلیقات قاری کے لئے ہمہ آن ترو تازگی کا ذریعہ بنتی رہیں اس کی تحریریں ہر بار ایک نئی امنگ اور نیا حوصلہ پیدا کرنے کا سبب بنیں اور ان کی لذت و شیرینی بار بار قاری کو دعوت ملاحظہ دے رہی ہوں ایسا اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب تحریریں مزین اور آراستہ ہوں الفاظ کا مناسب استعمال ہو جملے برمحل ہوں کلام تکرار سے خالی ہو چنانچہ ابن المقفع نے اپنی تمام تر تخلیقات میں ان کا لحاظ رکھا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کی تحریروں کی معنویت برقرار رہتی ہے قاری امید افزاء حوصلوں اور نئی امنگوں کے ساتھ ھل من مزید کہتا ہے۔

مندرجہ بالا ذاتی خصوصیات کے مطالعہ کی روشنی میں عبداللہ بن المقفع کی شخصیت کا مرقع ایک بے مثل ادیب کی حیثیت سے سامنے آتا ہے قدرتی ذکاوت، فکر و نظر کی گہرائی وسعت مطالعہ اور تزئین امور کے اوصاف کا پایا جانا اس بات کی شہادت ہے کہ وہ ادبیات کے میدان

---

[1] عمر فروخ۔ تاریخ الادب العربی ص : ۵۲ -

میں عمران واقتدار اور علم وعرفان کے عہد زریں کا ایک عظیم نمائندہ تھا ڈاکٹر شوقی ضیف نے اپنی کتاب میں ابن المقفع کی شخصیت کا تفصیلی مطالعہ پیش کیا ہے اس کی بلاغت سے متعلق ذیل کی عبارتیں قابل ذکر ہیں۔

" والحق انه كان آية في البلاغة وجزالة المعقول ورصانته مع سهولته وقد نصح مرة لبعض الأدباء فقال له: اياك والتتبع مع سهولته وقد نصح مرة لبعض الادباء فقال له اياك والتتبع لوحشي الكلام طمعا في نيل البلاغة فان ذالك هو العي الاكبر ولعل خير ما يصف بلاغته اجابته لسائل سأله عن البلاغة فقال هي التي اذا سمعها الجاهل ظن انه يحسن مثلها " [1]

ابن المقفع عربی اور فارسی دونوں ہی کے اسرار ورموز سے خوب واقف تھا اصلاح معاشرت کے نقطۂ نظر سے جس چیز کو بھی اس نے مفید مطلب پایا پہلوی سے عربی میں منتقل کردیا ہمارا یہ ادیب الفاظ و معانی کا بحر ذخار ہے لکھتے وقت مناسب الفاظ اس کے استقبال میں صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں تحریروں میں کوئی کھوٹ اور لوچ نہیں ہوتی باتیں کافی وشافی ہوتی ہیں تشنگی معانی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ پہلے وہ اس بات پر غور کرتا ہے کہ کون سا معنی مناسب حال اور موزوں ہوگا۔ پھر وہ ان الفاظ کی تلاش میں رہتا ہے جو معنی مقصود کی ادائیگی بطریق احسن کرسکتے ہوں۔ ڈاکٹر احمد امین کا یہ کہنا بجا ہے کہ ابن المقفع کا مقام دنیائے ادب عربی کے پایہ کے نثر نگاروں میں ہوتا ہے اس کا اخلاق وسعت علم تدبر اور زبان کی تیزی اقوام عالم میں ایک مسلمہ حقیقت بن گئی تھی عادت واطوار میں نمایاں تھا عقل وفہم اور وسعت علم میں ہم عصروں سے آگے تھا اور زبان میں کسی قسم کا ضعف نہ تھا [2]

ابن المقفع کی تحریریں۔ فنی حیثیت: مندرجہ بالا مباحث میں ابن المقفع کی ذاتی

---

[1] شوقی ضیف۔ تاریخ الادب العربی۔ ج ۳ ص: ۵۲۲ -

[2] احمد امین۔ ضحی الاسلام۔ ج ۱ ص: ۲۰۶ ۔

یا شخصی خصوصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کی مدد سے بڑی حد تک اس کی تحریروں کی ادبی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے لیکن ابن المقفع کی ادب شناس شخصیت اس وقت تک تشنہ رہے گی جب تک کہ اس کی تحریروں کی لفظی اور معنوی خصوصیات پیش نظر نہ ہوں ذیل میں اس کی تحریروں کی چند خاص ادبی خصوصیات کا تذکرہ ہے۔

لفظی خصوصیات میں پہلی اور اہم خصوصیت الفاظ کا حسن انتخاب ہے ابن المقفع اس بات پر بہت زور دیتا ہے کہ مطالب و مفاہیم کے لحاظ سے الفاظ برمحل اور ٹھوس ہوں نیز فصاحت و بلاغت کی میزان پر پورے اترتے ہوں۔

ایجاز و اختصار ابن المقفع کی تحریروں کا ایک خاص وصف ہے اس کی تقریباً تمام ہی ادبی کاوشوں نے ایجاز و اختصار کے اعتبار سے اپنا حلقہ تعارف وسیع کر لیا ہے بہت ساری باتوں کو چند الفاظ کا جامہ پہنانا اور منتشر افکار و خیالات کو حسن ایجاز کے ذریعہ شیرازہ وحدت میں پرو دینا بایں طور کہ فصاحت و بلاغت کی دلآویزی باقی رہے ایک ایسا وصف ہے جو اسکی تخلیقات کی ادبی حیثیت میں چار چاند لگا دیتا ہے مارون عبود لکھتے ہیں۔

"جيد و ان ظهرت فيه العجمة، رصين القول، شريف المعاني، سهل بين رشيق يختار الكلمة السهلة الصحيحة الفصيحة وربما غتش عنها جملة خالية من اساليب التفنن في كتاب كليلة و دمنة اما اسلوبه في الادب فمنطقي ولذلك صعبت جملته" ؎

اس کی تحریروں میں قصوں اور کہانیوں کا بھی نمایاں مقام ہے قصے کبھی جانوروں کے زبان میں نقل کئے گئے ہیں اور کبھی انسانوں کی زبان میں، اور اسی طرح وہ اپنی تخلیقات میں ضرب الامثال کو بھی نظر انداز نہیں کرتا خواہ قصے ہوں یا کہانیاں یا پھر امثال ان تمام کے پیش کرنے کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے کہ قاری یا سامع اکتاہٹ محسوس کئے بغیر باتوں کو ذہن نشین کرتا چلا جائے۔

پُر حکمت جملوں کا استعمال، ابن المقفع کوئی بات بھی کہتا ہے تو وہ وثوق و اعتماد کے

؎ مارون عبود - ادب العرب ص ۲۱۲۔

ساتھ کہتا ہے نیز اس کی باتیں حکمت و دانائی سے پُر ہوتی ہیں اس لئے یہ ہر خاص و عام کی توجہات کا مرکز بنتی ہیں اپنی باتوں کو مضبوط دلائل سے پیش کرتے ہوئے حکیمانہ جملوں کا استعمال کرتا ہے جس کی بنا پر قاری کی دلچسپی اور بڑھ جاتی ہے۔

کسی بھی تخلیق یا تصنیف کی رفعت و عظمت کا اندازہ لگانے کے لئے جہاں بہت سارے محرکات ہوتے ہیں ان میں وضاحت و مقصدیت کو مقام حاصل ہے عبداللہ بن مقفع کی تحریریں اس وصف کا جامہ پہنے ہوئے ہیں وہ فکر و خیال کی تمام شقوں کو اچھی طرح واضح کر دیتا ہے یہاں تک کہ افہام و تفہیم کے معاملے میں تشنگی کا احساس نہیں ہوتا اس کے علاوہ لغو اور بے مقصد باتوں سے احتراز کرتا ہے اور اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ خواہ قصہ ہو یا پُر حکمت جملہ یا مثال قارئین اس کی توقع کے مطابق استفادہ کریں۔

تراجم و تالیفات

ابن المقفع نے جو نثری سرمایہ چھوڑا ہے وہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱) تراجم (۲) تالیفات و تصنیفات

تراجم میں مندرجہ ذیل کتابیں ہیں۔

کلیلہ و دمنہ: پنج تنتر کا پہلوی سے عربی میں ترجمہ۔ پنج تنتر کا نسخہ برزویہ کی وساطت سے کسریٰ نوشیرواں اول کے عہد حکومت میں ہندوستان سے ایران پہنچا اس کو پہلوی زبان میں منتقل کیا گیا اور پھر زبان پہلوی سے عربی میں۔

سیر الملوک: خدائی نامگ کے نام سے مشہور ہے یہ تاریخ ملوک العجم کا ترجمہ ہے۔

کتاب الرسوم یا کتاب الآیین: یہ کتاب آئین نامگ کا ترجمہ ہے ساسانیوں کے آداب سیاست و معاشرت اور قوانین و ضوابط کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

کتاب سیگسران: اس کتاب کے اندر ترکوں اور ایرانیوں کی قدیم آویزش و تصادم نیز سیاوش کی موت اور رستم پور دستاں کا ذکر کیا گیا ہے۔

کتاب البیکار: تاریخی کہانیوں پر مشتمل ہے۔

ابن اصیبعہ اور بعض دوسرے مؤلفین نے کہا ہے کہ ابن المقفع نے ارسطو کی تصنیفات کتاب قاطیغوریاس، کتاب باریمیناس، کتاب انالیطقا اور فرفریوس کی ایساغوجی کا ترجمہ بھی پہلوی سے عربی میں کیا ہے اور ان میں اصطلاحات جدیدہ کا بھی استعمال ہوا ہے۔[1]

تالیفات

ابن المقفع کی تالیفات یا تصنیفات کے سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کا موضوع ادب اخلاق اور سیاست ہے ذیل میں مختصر تعارف کے ساتھ تالیفات کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔

الادب الصغیر: یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جو پند و موعظت و نصح و خیر خواہی کی باتوں پر مشتمل ہے۔

الدرۃ الیتیمۃ یا الادب الکبیر فی طاعۃ الملوک: یہ بھی ایک رسالہ ہے جس میں امراء و ملوک سے متعلق چند معاملات پر گفتگو ہے۔

رسائل: خطوط پر مشتمل ایک تصنیف ہے۔

رسالۃ الصحابۃ: اس کے اندر سیاسی معاملات زیر بحث آئے ہیں اس میں امیر المومنین (خلیفہ منصور) کو نصیحتیں کی گئی ہیں۔

حکم بن المقفع: چھوٹے چھوٹے حکیمانہ اقوال کا مجموعہ ہے۔

اللولد الوجیز للولد الصغیر: ناصر الدین عبدالرحیم بن ابی منصور کے نام مواعظ پر مشتمل ایک رسالہ ہے بظاہر یہ مقالہ ابن المقفع نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کے لئے لکھا ہے اور اس کا ہر فقرہ اس لفظ سے شروع ہوتا ہے جس کا فارسی ترجمہ "اے پسر" ہے جن فضائل کو حاصل کرنے کے لئے اس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی ہے وہ ہیں شکر یہ، ترک بیکاری، راست بازی، حسن کلام، صبر و سکون وقار کی نعمت سے بہرور ہونا۔[2]

---

[1] ابن المقفع کے تراجم کی یہ فہرست اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱ ص ۸۰۷ - ۵۵ سے ماخوذ ہے

[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ

کتاب کلیلہ و دمنہ چند خیالات

اغراض و مقاصد: "کلیلہ و دمنہ" فن انشاء مرسل کا بے باک ترجمان ہے باوجودیکہ یہ ایک ترجمہ ہے لیکن اس دور کی ان شاذ و نادر ادبی کتابوں میں ہے جس کی قدر و قیمت عوام و خواص دونوں کی نگاہ میں مسلم ہے صدیاں بیت گئیں لیکن اس کی کتاب (ترجم) "کلیلہ و دمنہ" کی معنویت میں کوئی فرق نہ آیا آج بھی اس سرمایہ ادب کو ادباء اور فصحاء کا حرز جان بنایا جاتا اور اس سے اقوال و حکم کی خوشہ چینی کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ابن المقفع ان ستونوں میں ہے جن پر ادب عربی کی فلک بوس عمارت قائم ہے۔

کسی کتاب کی قدر و قیمت کے تعین میں مقصدیت کا عنصر بڑا اہم ہوا کرتا ہے کلیلہ و دمنہ جو اصل سے زیادہ ترجمے کی زبان سے دنیائے عرب و عجم میں مقبول ہوئی اس کے کچھ مخصوص اغراض و مقاصد ہیں جو فکر و خیال کی عظمت پر مبنی ہیں۔

جس زمانے میں یہ کتاب لکھی گئی وہ زمانہ ظلم و جور اور قساوت و سنگدلی کا تھا بادشاہ اور اس کے اعوان و انصار رعایا کو اپنے طرز عمل سے مظالم کا نشانہ بنایا کرتے تھے بشرافت و انسانیت مفقود تھی اخوت و محبت اور ہمدردی و موانست نامانوس چیز بن گئی تھی ایک طرف انسانیت و بشر دوستی کی خوشگوار فضاء قائم کرنا مقصد عظیم تھا تو دوسری طرف بادشاہ اور اس کے معاونین کی جانب سے خوف و ہراس کی کیفیت۔ ان دونوں احوال کے پیش نظر اصلاح معاشرت کے لئے حکمت و تدبر کا اساسہ درکار تھا چنانچہ چڑیوں اور جانوروں کی زبان اختیار کرتے ہوئے ان تمام مظالم و شدائد کے سدباب کی کوشش کی گئی یہ ایک لطیف انداز تھا جس سے مقصود یہی تھا کہ بالواسطہ بادشاہ اور اعوان و انصار مخاطب ہوں ان کے دلوں میں رقت پیدا ہو اور انسانیت کی عظمت بحال ہو۔

اصلاح اخلاق اور تہذیب نفوس کے ساتھ اجتماعی اصلاح کی باضابطہ کوشش کے مظاہر جا بجا نظر آتے ہیں جیسے چغلخور کی صلاح سے اجتناب، اشرار کی رفاقت سے احتراز دشمنوں کی سازشوں اور معاندانہ چالوں سے متنبہ ہونا، غفلت و لاپرواہی سے نقصان حزم و احتیاط کا فائدہ

اور اسی طرح کے بہت سے قیمتی اسباق جو اصلاح معاشرت کے لئے ناگزیر ہیں ان سے کلیلۂ دمنہ کے صفحات سیاہ ہیں۔

اگران اغراض ومقاصد کو تہذیب انسانیت اور اصلاح معاشرت کے سیاق وسباق میں دیکھا جائے تو اس حقیقت سے انکار کی گنجائش نظر نہیں آتی کہ یہ کتاب اس باب میں ایک قیمتی خزانہ ہے کیونکہ متعدد واقعات اور متنوع قصوں سے ایک طرف انفرادی واجتماعی زندگی کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا گیا ہے اور دوسری طرف امراء وحکام کے لئے ایسے نقوش راہ فراہم کئے گئے ہیں جنہیں اختیار کرنے کے بعد سلطنت کے استحکام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے اور پھر ایک پروقار معاشرے کا قیام عمل میں آسکتا ہے ایک مبصر کے ان الفاظ سے بھی کلیلۂ دمنہ کی افادیت ومعنویت کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

"KALILA WA DIMNA IS A SELECTION OF ANCEDOTES AND SHORT STORIES ABOUT ANIMALS WITH ETHICAL CONCLUSIONS RELATING TO THE HUMAN CONDITIONS." [1]

ترجمہ: کلیلہ ودمنہ جانوروں سے متعلق ان چھوٹے چھوٹے قصوں اور کہانیوں کا ایک مجموعۂ انتخاب ہے جن کا خاتمہ ان اخلاقی تعلیمات پر ہوا ہے جو انسانوں کے حالات وکوائف سے متعلق ہیں۔

عمر فروخ کے الفاظ میں۔

" وفی ھذا الکتاب یتعلم الامراء کیف یحکمون الرعایا وکیف یتقی بعضھم بعضا وکیف یتعایش الناس فیما بینھم او یسیرون علی طاعة اولی الامر منھم وعمدة الکتاب ان تمت

---

[1] NAJEEBULLAH ____ ISLAMIC LITERATURE P. 77., 1963. NEW YORK.

مثلا عليا ثابتة من طاعة السلطان وحسن العمل امته ومن الصدق في العقول والعمل ومن ادب الضيافة "۔ [1]

کلیلہ ودمنہ اپنے وقت کی آواز تھی اس کے اعلیٰ افکار وخیالات سے بہت سے لوگ متاثر ہوئے اسی طرز پر بہت سی دیگر کتابیں لکھی گئیں شعراء نے اس کے اعلیٰ خیالات وافکار کو اشعار کا جامہ پہنایا اور بہت سے شعراء نے اس کا منظوم ترجمہ بھی کیا ہے جس میں سے ابان اللاحقی کا ترجمہ بہت مشہور ہے بعض مورخین کا خیال ہے کہ وہ تقریباً چودہ ہزار اشعار پر مشتمل تھا اس کے کچھ اشعار (اسّی اشعار) ہمیں صولی کی کتاب الاوراق میں ملتے ہیں۔

وقيل ايضا انه قد ينبغي	للرجل الفاضل فيما يبتغي
الا يرى الا مع الا ملاك	أو يعبد الله مع النساك [2]

ومنها في باب الاسد والثور :

وان من كان داني النفس	يرضى من الارفع بالاخس
كمثل الكلب الشقي البائس	يفرح بالعظم العتيق اليابس

کلیلہ ودمنہ ایک ادبی شاہکار

ادبی نقطۂ نظر سے اگر کلیلہ ودمنہ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک چشمہ ہے جس کے صاف وشفاف پانی سے پیاس بجھائی جا سکتی ہے فن و ادب کی چاشنی سے پُر ایسی عبارتیں ہر صفحہ پر قیمتی موتیوں کے مثل بکھری ہوئی ہیں جو ایک مقرر کی قوت گویائی کو تقویت دیتی ہیں اور احساسات وخیالات میں نکھار پیدا کرتی ہیں اور ایک قلم کار کے زور قلم میں تیزی کا سبب بنتی ہیں۔

الفاظ کا حسن انتخاب ایک قیمتی جوہر ہے جو شروع سے آخر تک اس کتاب کی زینت بنتے

---

[1] عمر فروخ۔ تاریخ الادب العربی ج ۲۔ ص: ۵۳

[2] آثار عبداللہ بن المقفع ص: ۱۷ [3] ایضاً : ۱۸

ہوئے معانی و مفاہیم کا کما حقہ ادائیگی میں محرک خاص کی حیثیت رکھتا ہے۔
جملوں کو چھوٹے چھوٹے فقروں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور انداز و اسلوب سہل استعمال کیا جاتا ہے تاکہ عوام و خواص دونوں ہی اس سے مستفیض ہوں جس موضوع کو بھی اس کتاب میں زیرِ بحث لایا گیا ہے اس ضمن میں ذیلی مباحث کی کڑیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں ہر موضوع بحث کو عقل و حکمت سے پُر دلیلوں کی روشنی میں دیکھا گیا ہے۔
کتاب میں جانوروں کی زبان استعمال کی گئی ہے دراصل یہ ایک لطیف انداز ہے جس سے بالواسطہ بادشاہوں کو قریب لانے کی کوشش کی گئی ہے۔
ذیل میں اسی کتاب کے کچھ اقوال و احکام پیش کئے جاتے ہیں جن کی روشنی میں کلیلہ و دمنہ کی معنویت اچھی طرح بے نقاب ہو جاتی ہے۔

"واعلم ان المستشار ليس بكفيل وان الرأى ليس بمضمون بل الرأى كله غرر لان امور الدنيا ليس شئ منها بثقة ولانه ليس شئ من امرها يدركه الحازم الا وقد يدركه العاجز بل ربما أعيى الفرصة ما امكن العجزة" [1]

ترجمہ: یہ جان لو کہ صاحب مشورہ ذمہ دار اور جوابدہ نہیں ہوتا ہے اور رائے کے بارے میں کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی کیونکہ تمام رائیں غیر واضح ہوتی ہیں اس لئے کہ دنیا کی کوئی بھی چیز ناقابل اعتماد نہیں ہے اس لئے بھی کہ بعض دنیوی معاملات ایسے ہوتے ہیں جو عقلمندوں کی گرفت سے باہر ہوتے ہیں اور بے وقوفوں کی ان پر فتح ہو جاتی ہے۔

"ومن طلب الأمر الجسيم فامكنه ذلك فاغفله فاته الأمر وهو خليق الا تعود له الفرصة ثانية ومن وجد عدوه ضعيفا ولم ينجز قتله ندم اذا استقوى ولم يقدر عليه" [2]

---

[1] "کلیلہ و دمنہ" ابن المقفع

[2] باب القرد والغیلم کلیلہ و دمنہ ص: ۱۷۱